ڈاکٹر وحید اختر عشرت کی شخصیت پر اقبالیاتی نقوش

Keywords: Dr. Waheed Akhtar Ishrat # Iqbalist # Philosophy # Narowal # Iqbal Academy Pakistan

ڈاکٹر رفعت چوہدری،
شعبہ اُردو، جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

Abstract: Dr. Waheed Akhtar Ishrat, a distinguished Iqbalist, carved his niche in philosophy with a focus on Iqbal's interpretation and explanation. Born on February 11, 1944, in the challenging backdrop of Narowal district, he weathered a difficult childhood, migrating to Lahore with his family. Overcoming adversity, he excelled academically, completing his matriculation from Islamia High School Sumanabad Lahore in 1960. Dr. Ishrat's intellectual journey culminated in a PhDfrom the University of Punjab in 1984, exploring Dr. Abdul Hakeem's Civil Philosophy. His commitment extended to enhancing the Iqbal Academy Pakistan, showcasing a relentless dedication to his scholarly pursuits. Influenced by Maulana Abul Ala Maududi from a young age, Dr. Ishrat's writings, exemplified by "Ja Baja" pay homage not only to Islam but also to Quaid-i-Azam and Allama Muhammad Iqbal, reflecting a profound intellectual tapestry.

ڈاکٹر وحید اختر عشرت کا شمار نامور ماہرین اقبالیات میں ہوتا ہے۔ ان کا بنیادی شعبہ

فلسفہ تھا اور اسی تناظر میں اُنہوں نے اقبال کی تعبیر و توضیح کو عنوان بنایا۔ ڈاکٹر وحید عشرت ضلع نارووال میں 11 فروری 1944 کو پیدا ہوئے۔ اصل نام وحید اختر اور قلمی نام وحید اختر عشرت تھا۔ ان کا بچپن بہت تنگ دستی اور کسمپرسی میں گزرا لیکن اُنہوں نے ہمت نہ ہاری اور اس تنگ دستی کے خلاف طویل جنگ لڑی۔ ان کے خاندان نے نارووال سے لاہور ہجرت کی۔ انہوں نے 1960 میں میٹرک کا امتحان اسلامیہ ہائی سکول سمن آباد لاہور سے پاس کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے 1984 میں شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ''ڈاکٹر عبدالحکیم کا عمرانی فلسفہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے اقبال اکادمی پاکستان کے حالات بہتر کرنے کے لیے سخت ریاضت کی۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے لڑکپن سے ہی متاثر تھے۔ اپنی تصانیف میں جا بجا اسلام کے ساتھ ساتھ قائداعظم اور علامہ محمد اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اقبال اور فکرِ اقبال کے توسط سے نظریہ پاکستان کی ترویج اور فروغ میں اہم کردار ادا کیا لکھتے ہیں کہ:

> ''میرا خیال ہے کہ اگر برصغیر کی پوری مسلم تہذیب وثقافت کا کسی ایک شخص کو سمبل قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ حضرت علامہ اقبال ہیں''۔(1)

1976 تا 1978 تک ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے اقبال اکادمی لاہور میں اپنی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد دوبارہ 1984 میں وفاقی وزیر تعلیم کی ہدایت پر اقبال اکادمی کو جوائن کیا۔ یہاں ڈاکٹر صاحب نے اقبالیات پر بے شمار تصنیفات تالیف کیں اور فلسفے کے میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ ڈاکٹر وحید عشرت 20 سے زائد کتب کے خالق ہیں جن میں مستقل اور مرتب کتب شامل ہیں لیکن ان کا زیادہ تر کام اقبالیاتی ادب پر محیط ہے ڈاکٹر وحید عشرت کو دوبار علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے شعبہ اُردو کو جوائن کرنے کی پیش کش ہوئی لیکن دونوں دفعہ ڈاکٹر

صاحب وہاں نہ جا سکے جس کا انہیں خود بھی دُکھ رہا۔ اقبال اکادمی پاکستان سے ریٹائرمنٹ کے بعد ڈاکٹر اکرم شاہ کی شدید خواہش پر ڈاکٹر وحید عشرت اورینٹل کالج لاہور کے شعبہ اقبالیات میں آ گئے اور ''دائرہ معارف اقبال'' (اقبال انسائیکلوپیڈیا) جلد اول کے مدیر بن گئے۔ انہوں نے جی سی سی یونیورسٹی لاہور میں تدریسی فرائض بھی انجام دیئے اور اقبال انٹرنیشل انسٹی ٹیوٹ برائے تعلیم میں بھی تدریسی فرائض انجام دیئے۔ وہ بنیادی طور پر فلسفے کے طالب علم تھے لیکن اُنہوں نے اپنی پہچان بطور ماہر اقبالیات بنائی۔ 6 مئی 2009 کو دل کا دورہ پڑنے کے سبب ڈاکٹر وحید اختر عشرت اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ فکریات اقبال ڈاکٹر وحید اختر عشرت کی اہم کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات کے حوالے سے فکرِ اقبال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ایک مضمون ''اقبال تہذیبی تناظر میں'' کے عنوان سے ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ عالمِ اسلام کے پاس اگر چہ بہترین افرادی قوت، دماغ، اور بہتر معدنی وسائل موجود ہیں لیکن اپنے نااہل حکمرانوں کی وجہ سے مسلمان ان تمام خوبیوں کے باوجود متعدد عوارض میں گھرِے ہوئے ہیں۔ مغربی تہذیب نے مسلمانوں کے علوم وفنون سے استفادہ کیا اور مسلمانوں کی ہی دشمن بن گئی۔ آج کے مسلمانوں کی تنزلی کی اہم وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے بہترین کتاب حکمت قرآن پاک پر عمل کرنا چھوڑ دیا اس لیے اسلامی تہذیب صرف ایک نام کی اسلامی تہذیب بن کر رہ گئی ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے مغربی تہذیب سے رستے ہوئے ناسوروں کی نشاندہی کی ہے ان کا کہنا ہے کہ یورپ اخلاقی قدروں اور روحانی قوت کو کھو چکا ہے۔ نسلیت اور قومیت جیسے تصورات نے اسے تباہ کر دیا ہے۔ مغرب کے دانشوروں، فلسفیوں نے مایوسی اور دہشت کے سوا کچھ نہیں دیا۔ ان کی فکر و دانش میں انسان کے لیے کوئی خوشخبری نہیں ہے۔ لیکن اقبال کا پیغام نغمہ امید اور سراپا روشنی ہے۔ چونکہ ڈاکٹر وحید اختر عشرت بنیادی طور پر فلسفے کے طالب علم تھے اس

لیے اقبال سے دلی وابستگی ہونے کے باوجود بعض جگہوں پر غلط فہمی کا شکار بھی نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ تطبیق کے مرض کا آغاز الکندی، الفارابی ابن عربی اور ابن سینا سے ہو چکا تھا۔ سرسید نے عصرِ جدید میں معتقداتِ قرآنی کی ایسی تعبیرات پیش کیں کہ لوگ چیخ اٹھے۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''یہی کام مغربی فلسفہ، علمیات، طبیعات اور نفسیات سے متاثرہ ڈاکٹر محمد اقبال نے تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ میں اپنے خطبات میں کیا اور بھولپن میں اسے اسلامی اور قرآنی حکمت و دانش کا احیاء قرار دے دیا''۔(2)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''علامہ نبوت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شعور ولایت کی وہ شکل جس میں واردات اتحاد اپنی حدود سے تجاوز کر جاتی ہیں جبکہ میرے نزدیک شعور ولایت کسبی ہے اور شعور نبوت عطیہ خداوندی''۔(3)

اقبال نے نبوت اور ولایت کا واضح فرق ظاہر کیا اور کہیں بھی ان دو تصورات میں کنفیوژن کا شکار نہیں ہوئے۔ احکامِ الٰہی قرآن میں موجود ہیں اور رسولِ کریمؐ کے ذریعے ہم تک پہنچے۔ علامہ محمد اقبال کو قرآن مجید اور رسولِ کریمؐ سے بے حد محبت تھی۔ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اقبال نبوت کے تصور کو سمجھنے میں غلط فہمی کا شکار ہو جاتے یا پھر قرآنی تعلیمات کو فراموش کر کے تطبیق کا راستہ اختیار کرتے۔ اقبال کے نزدیک ملت کے ہاتھ سے جب قرآن نکل گیا تو اس کے اجزا خاک کی طرح منتشر ہو گئے۔ اقبال بجا طور پر کہتے ہیں کہ اسلام کا تصور حیات جامد نہیں ہے۔ مغرب کی جانب سے پھیلائے گئے فاسد فکری نظام کا قلع قمع ان کے نزدیک قرآن سے کسب فیض کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اقبال کی چشم بصیرت کی رسائی تو یہ ہے:

> ''اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر

نہیں کر سکتا۔اس کے شعور ذات کی تکمیل یوں ہوگی کہ وہ خود اپنے
وسائل سے کام لینا سیکھے‘‘۔(4)

دراصل اسلامی تہذیب کو سامنے رکھ کر اور اس کے زریں اصول پر عمل کر کے مغرب آج مسلمانوں سے کہیں آگے نکل گیا اور مسلمانوں نے خود کو تنزلی کی طرف دھکیل کر اپنے تمام علوم وفنون بھی مغرب کے حوالے کر دیے۔ہمیں اپنی تہذیب کو از سر نو زندہ کرنے کے لیے تمام منطقوں سے بالاتر ہو کر قرآن کو اولین کسوٹی مان لینا چاہیے۔ علامہ محمد اقبال نے زبانی نہیں بلکہ علمی اور عقلی طور پر قرآن کو سمجھا اور قرآن کے اصولوں کی پرکھ پر علم، فلسفہ، سائنس اور عمرانی علوم کے حاصلات کو قبول کیا۔اس سب کے باوجود ڈاکٹر وحید اختر عشرت کا یہ کہنا ہے کہ اقبال قرآن پر سائنس اور فلسفے کو ترجیح دیتے ہیں تو یہ ایک دلیل باطل ہے۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت علامہ محمد اقبال کے تصور امومت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’اپنی کتاب رموزِ بے خودی میں اقبال نے ایک مثالی معاشرے کے بارے میں اپنے تصورات متشکل کیے ہیں اور اس اسلامی معاشرے کا اساسی رکن ہونے کی حیثیت سے عورت پر ایک گہری ذمہ داری ڈالی ہے کہ اس کا سب سے بنیادی وظیفہ امومت کے فرائض کی ادائیگی ہے۔۔۔اقبال کے ہاں امومت کے اس فرض پر کہ عورت کا بنیادی وظیفہ نسل بڑھانا ہے،لگتا ہے کہ اقبال کے اس تصور پر جرمن کے آمر ہٹلر کے تصور کی چھاپ ہے‘‘۔(5)

اگرچہ اقبال نے ایک دیہاتی عورت کو جو تعلیم سے بہرہ ور نہیں مگر وہ ماں بنتی ہے اور امومت کے بہترین فرائض ادا کرتی ہے اس عورت سے ہزار ہا بہتر کہا ہے جو ماں نہیں بنتی بلکہ تہذیب وتمدن کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتی ہے لیکن یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ اقبال نے عورت کی تعلیم کو ضروری خیال نہیں کیا اور اسے محض نسل

بڑھانے کا وظیفہ ہی سمجھا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ:

''پس ہمارے لیے ضروری ہے کہ تمدن کی جڑ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور اپنی قوم کی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ مرد کی تعلیم صرف ایک فردِ واحد کی تعلیم ہے مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے''۔(6)

تعلیمی تصورات کے حوالے سے بہر حال ڈاکٹر وحید عشرت کا یہ نکتہ نظر قابل تحسین ہے کہ اُنہوں نے اس بات پر زور دیا کہ آج کے نظریاتی عہد کے تقاضوں کے مطابق پاکستان میں علامہ محمد اقبال کے افکار و نظریات سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نصاب تعلیم کی تدوین و تشکیل کرتے وقت فکرِ اقبال کی روشنی میں نصاب مرتب کیا جائے تا کہ جدید سائنسی تکنیکی اور اسلامی معاشرے سے بہرہ مند نظریاتی ریاست کا تشخص قائم کیا جا سکے۔ ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

''مغربی تہذیب وتمدن پر جارحانہ تنقید کے باوجود اقبال کہتے ہیں کہ موجودہ مغربی تہذیب اسلامی تہذہب ہی کی ارتقایافتہ صورت ہے تو اسلامی احیا کی کیا ضرورت ہے یہ اتنا بڑا مغالطہ ہے کہ اقبال کی پوری سوچ بھی اس کا مداوا نہیں کرسکتی''۔(7)

اگر یہ کہا جائے کہ علامہ اقبال نے فلسفہ اور سائنس کو قرآن کی روشنی میں پرکھ کر اسلام کے اساسی تصورات کو فلسفیانہ انداز میں بیان کیا ہے تا کہ لوگ آسانی سے اسلام کے پیغام کو سمجھ سکیں تو بے جانہ ہوگا عورت نصف انسانیت ہے مرد انسانیت کے ایک حصہ کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسرے حصے کی ترجمانی عورت کرتی ہیعورت کو نظرانداز کرکینوع انسانی کے لیے جو بھی پروگرام بنے گا وہ ناقص اور ادھورا ہوگا علامہ محمد اقبال عوت کی آزادی کے قائل ہیں مگر اس آزادی کے نہیں جو یورپ نے اسے عطا کی ہے مرد اور عورت فرائض کے اعتبار سے یکساں اہمیت رکھتے ہیں لیکن دونوں کی جسمانی

ساخت مختلف ہے۔ لہذا کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ علامہ اقبال نے مرد کی خودی کا فلسفہ پیش کیا اور اسے کائنات کی تسخیر کا فریضہ سونپا لیکن عورت کو اس کا مستحق نہیں سمجھا تو وہ بالکل غلط کہتے ہیں علامہ اقبال تو عورت کی امومت کو اتنا اہم خیال کرتے ہیں کہ اس کے بغیر مرد مومن وجود میں ہی نہیں آسکتا خودی کا مطلب تو یہ ہے کہ ہر فرد اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

علامہ اقبال ابتدائی چند برس قدیم طرز کے مدرسوں میں پڑھتے رہے پھر انگریزی تعلیم کی طرف آ گئیا نہیں دونوں نظاموں کی خوبیوں اور خامیوں کا ذاتی طور پر اندازہ تھا انہوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ دونوں دائروں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے مغربی نوجوانوں کو مذہبی اور دینی تعلیم سے آشنا کیا جائیا ور طبقہ کو جدید علوم سے آگاہ کر کے فعال بنایا جائے تعلیم کے شعبے سے معاشرے کے ہر فرد کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی سابقہ پڑتا ہے۔ علامہ اقبال کے تصور تعلیم سے متعلق ڈاکٹر رحیم بخش شاہین لکھتے ہیں کہ:

> ''اقبال ایک بالغ نظر مفکر تھے اور انہوں نے ہم عصر مغربی اور مشرقی نظام ہائے تعلیم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا وہ ''خذ ماصفا ودع ماکدرٗ'' کے فطری اصول کے مطابق دونوں کی خوبیوں کو اپنانے اور خامیوں سے بچنے کے قائل تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے افکار کے مطالعہ سے ہمیں بیک وقت دونوں نظاموں کی تائید اور تردید کا احساس ہوتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے صالح عناصر کی آمیزش وامتزاج سے ایک بہترین نظام تعلیم کی تکمیل کے خواہشمند تھے ملت اسلامیہ کے شعبہ تعلیم کی تعمیر نو کے لیے بنیادی خطوط کی نشاندہی ایک ایسا کارنامہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا''۔(8)

علامہ اقبال کی خواہش تھی کہ علم کو مذہبی قدروں سے الگ نہ کیا جائیبلکہ اس معاملے

میں اصل کسوٹی دین ہی کو قرار دیا جائیایسا فلسفہ جس کا انحصار صرف عقل پر ہو وہ زندگی کی تعمیر کے قابل نہیں ہوسکتا تاہم علامہ اقبال نے مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ سائنسی علوم وفنون کو سیکھیں کیونکہ مغرب کی ترقی کا راز علمی جستجو میں ہی مضمر ہے۔

اقبال تعلیم کو ایک با مقصد اور بامعنی عمل سمجھتے تھے وہ تعلیم جو بلند مقاصد حیات سے عاری ہو اور فرد جماعت کے باہمی رشتوں کو بامعنی نہ بنا سکے، ذہنی عیاشی ہے ان کے نزدیک وہی تعلیم موزوں ہے جس کی مدد سے فرد عرفان خودی کی دولت سے مالا مال ہو کر اپنے اندر اخلاقی فضیلتیں پیدا کرسکیاور اپنے آپ کو معاشرے اور انسانیت کے لیے مفید ثابت کر سکے۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے اقبال کے تعلیمی تصورات کا جائزہ لیا ہے لیکن اس کے برعکس ڈاکٹر وحید عشرت نے ہمارے موجودہ نصاب تعلیم میں اقبالیات کا جو ذخیرہ شامل ہے اس کا جائزہ لے کر قومی نصاب تعلیم میں نظریاتی مملکت پاکستان کے نظریہ ساز فلسفی حضرت علامہ اقبال کے فکر وفلسفہ کو مناسب طریقے اور معیار پر شامل کرنے کے سلسلے میں چند بنیادی سفارشات مرتب کی ہیں تا کہ آج کے نظریاتی عہد کے تقاضوں کے مطابق پاکستان بھی اپنے مفکرین اور خاص طور پر علامہ محمد اقبال کے افکار ونظریات سے رہنمائی حاصل کر کیخود کو نظریاتی تشخص عطا کر سکے۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے پہلی جماعت سے بارہویں جماعت تک کے نصابی خاکہ کو پیش کیا ہے اور یہ احساس بیدار کیا ہے کہ نصاب تعلیم میں اقبالیات کا مضمون کسی منصوبہ بندی کے تحت شامل نہیں کیا گیالہذا ڈاکٹر وحید عشرت نے یہ معروضات پیش کی ہیں کہ نئے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کی تدوین وتشکیل کرتے وقت تعلیم کے پورے تناظر کو بدل کر فکر اقبال کی روشنی میں تعلیمی نصاب مرتب کیا جائیتا کہ جدید سائنسی تکنیکی اور اسلامی معاشرہ سے بہرہ مند نظریاتی ریاست کا تشخص قائم کیا جا سکے۔

اگر چہ اقبال نے تعلیم پر الگ سے کوئی کتاب تحریر نہیں کی نیز یہ کہ علامہ اقبال کی تعلیمی تصورات یا فلسفہ تعلیم کے متعلق کتب ومقالات کی شکل میں جو کچھ اب تک لکھا گیا ہے اس میں تعلیم کے اصطلاحی مفہوم کو ہی سامنے رکھا گیا ہے اس میں درس وتدریس کے توسط سے پیدا ہونے والے مسائل سے بحث کرنے کے بجائے وہی باتیں کہی گئیں ہیں جو اقبال کے فکروفن یا فلسفہ خودی اور بیخودی کے متعلق ہیں تاہم اقبال کے تعلیمی افکار سے کلیتا صرف نظر نہیں کیا جا سکتا انہوں نے تعلیم کی فنی وعملی صورتوں پر غور کیا مسائل تعلیم کو اپنی توجہ کا رکز بنایا اسے اپنے فلسفہ حیات میں مناسب جگہ دی۔

فکرِ اقبال کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اقبال دراصل یہ چاہتے تھے کہ آج مغربی تہذیب جن اصولوں کو اپنا کر ترقی کے زینے طے کر رہی ہے وہ اس نے اسلامی تہذہب سے ہی حاصل کئے ہیں۔ اس لیے پستی کا شکار ہیں۔ اگر علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں اور خاص طور پر مشرق کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے اتنا کچھ کیا تو کیا وہ اسلامی اصولوں سے ہٹ کر تھا؟ مقصد تو مسلمانوں کی ترقی تھا تو علامہ مسلمانوں کو مغربی تہذہب کی چکا چوند سے بچنے کی بجائے سیدھا سیدھا اس تہذیب کی پیروی کا کہہ دیتے۔ لہٰذا اقبال کی سوچ کو مغالطہ کہنا کسی طور درست نہیں ہے۔ ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے اس کتاب میں اُن خطوط کی نشاندہی کر کے قابلِ تحسین کام کیا ہے جو علامہ کی طرف غلط منسوب کئے گئے ہیں یا جن میں اقبال کی تحریروں اور خطوط کو بدنیتی اور بددیانتی سے بدل دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے واضح کیا کہ علامہ اقبال نے کسی اضطراری کیفیت میں قادیانیت کے خلاف مہم جوئی نہیں کی بلکہ ایک پورے تسلسل اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ قادیانیت کی مذمت کرتے ہوئے ان کے اصل مقاصد کا تعاقب کیا ہے۔

ڈاکٹر منظور احمد اپنی کتاب ''اقبال شناسی'' میں خطبات اقبال میں موجود اقبال کے نظریات پر تنقید کرتے ہیں اور انہیں حرف آخر سمجھنے کیبجائے اقبال کی فکر اجتہاد کو ترقی دے کر تقلید پرستی سے بچنے کا درس دے رہے ہیں یعنی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اقبال

کے نظریات پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنا تقلید پرستی کی روایت کو ترقی دینے اور فکر اقبال کی وسعت کے دروازے بند کر دینے کے مترادف ہے یہاں تحقیق کا مقصد یہ نہیں کہ ڈاکٹر منظور احمد کے نقطہ نظر بحث کی جائے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے ڈاکٹر منظور احمد کے نظریات کو کیسے سمجھا اور کیا جواب دینے کی کوشش کی ہے ڈاکٹر وحید عشرت اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اپنی اس کتاب میں ڈاکٹر منظور احمد نے متعدد تجزیے ایسے بھی کیے ہیں جو قابل قدر ہیں یعنی مسلمانوں سے مسند علم چھن جانے کا اقبال کو انتہائی دکھ تھا مسلمانوں کے زوال کی ایک اور وجہ تصوف بھی رہی۔

وحید عشرت نے یوں تو یہ مضمون اسلیے لکھا کہ ان حاشیوں کا جواب دے سکوں جو ڈاکٹر منظور احمد نے اقبال پر چڑھائے اور یہ بتانا چاہا کہ جدید عصری تناظر میں فکر اقبال اب کس قدر موثر ہے وحید عشرت کا یہ کہنا ہے کہ آج بھی ہم اقبال کے فکری ماخذات سے کوئی ایسی قوت پا سکتے ہیں جس سے ہم تہذیبوں کے ٹکراؤں میں فتح یاب ہو سکتے ہیں۔

اقبال کے تمام مقالات خطوط، شاعری اور بالخصوص خطبات کا بنیادی مقصد ہی یہ ہیکہ وہ مسلمانوں پر طاری پانچ سو سالہ جمود توڑنا چاہتے ہیں۔'' پیراڈائم کے حوالے سے ڈاکٹر منظور احمد اقبال سے متعلق اور ان کے ہی نیاز مند ہیں ان کے پاس اس حوالے سے اقبال سے سوا کچھ بھی نہیں ہے جبکہ یہ پیراڈائم بھی میرے نزدیک فرسودہ اور گھسا پٹا ہے فکر اقبال میں اس پیراڈئم سے خود اقبال کی اکتاہٹ بھی دیدنی ہے مگر اقبال اس پیراڈائم سے ہٹ کر کسی نئے پیراڈائم کی تشکیل بھی نہیں کر سکیوہ خود بھی یونانی تصورات سیپیزاری کے باوجود اسلامی اور قرآنی معتقدات اور تصوارت کی اس روش میں مقید ہوگئے جو تطبیق اور تشکیل کے پیراڈائم کی صورت میں فلاطونس (اسکندریہ) کے راستے ابن عربی، ابن سینا الفارابی اور دوسرے مسلمان فلاسفہ کے توسط سیسر سید کے زیر اثر اقبال کے شعور کا حصہ بن گئی تھی۔ اب ذرا یہ ملاحظہ ہو کہاں

اس ضمن میں ڈاکٹر وحید عشرت اپنے ایک اور مضمون میں تحریر کرتے ہیں۔ ''دراصل قرآن کا گہرا مطالعہ اور اس پر مسلسل غور اقبال کے پاس وہ کسوٹی تھی جس پر وہ قدیم وجدید کے تمام فلسفوں اور نظریات کو پرکھتے رہے چنانچہ جو چیز انہیں قرآن کی تعلیمات کے قریب محسوس ہوئی وہ انہوں نے مومن کی حکمت گمشدہ سمجھ کر قبول کر لی اور جو انہیں اس فکری دھارے سے ہٹی ہوئی اور کٹی ہوئی محسوس ہوئی اس کو انہوں نے نقد وجرح کے بعد مسترد کر دیا۔

ان اقتباسات کو پڑھ کر شدید دھچکا لگتا ہے کہ وحید عشرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جگہ پر اگر وہ کسی ایک بات کا دعوی کرتے ہیں تو خود ہی اسے دوسری جگہ پر رد بھی کر دیتے ہیں خود ہی اس بات کا اعتراض کرتے ہیں کہ اقبال کسی نئے پیراڈائم کی تشکیل نہیں کر سکے۔

ڈاکٹر منظور فرماتے ہیں کہ اقبال نے اسلامی فکر کی بنیادی خامیوں کی نشاندہی کی ہے مگر انہوں نے ان خامیوں کو در کرنے کے لیے نئے پیرا ڈائم مہیا نہیں کیے۔۔۔۔۔۔سوال مرتب کرنا اور خامیوں کی نشاندہی اگر وہ تسلیم کرتے ہیں تو اقبال کو بلند رکھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ مگر ایسا بھی نہیں کہ انہوں نے ان خامیوں کے تدارک کے لیے کوئی پیراڈائم نہیں دیا۔ وحید عشرت کے تو اپنے نظریات ٹھوس اور جامد نہیں ہیں ہر دوسرے مضمون میں کہیں وہ اقبال کی قرآن فہمی کو تقلیدی قرار دیتے ہیں اور کہیں اقبال کے نظریات کو قرآن کے عین مطابق سمجھتے ہیں وہ تو خود کہتے ہیں کہ اقبال دوسرے مسلمان فلاسفہ کی تقلید کرتے رہے اور کئی مختلف پیراڈائم وضع نہیں کر سکے اگر ایسی ہی بات ہے تو ڈاکٹر منظور احمد کی تنقید پر ڈاکٹر وحید عشرت کو اعتراض کیوں ہوا پھر اس مضمون میں وحید عشرت یہ بھی کہتے ہیں کہ منظور احمد کے ڈانڈیا قبال کی بجائے جاوید اقبال سے ملتے ہیں سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اگر وحید عشرت اقبال کی قرآن فہمی پر شک کرتے ہیں تو پھر ان کے ڈانڈے کس سے ملتے ہیں۔

وحید عشرت تو پہلے ہی اقبال کے خطبات کو اسلامی فکر کے منافی قرار دیتے ہیں اور پھر دوسرے اقبال شناسوں کے کئے گئے اعتراضات کا جواب دے کر خود کو اقبال کا عاشق اور خیر خواہ ثابت کر کے اقبال دوست ہونے کا ثبوت دیتے نظر آتے ہیں اور یہی چیز ان کی شخصیت اور اقبال کے متعلق ان کی فکر کے بارے میں ایک بڑا تضاد پیدا کرتی ہے۔

مغربی تہذیب وتمدن پر جارحانہ تنقید کے باجود اقبال کہتے ہیں کہ موجودہ مغربی تہذیب اسلامی تہذیب ہی کی ارتقا یافتہ صورت ہے تو اسلامی احیا کی کیا ضرورت ہے یہ اتنا بڑا مغالطہ ہے کہ اقبال کی پوری سوچ بھی اس کا مداوا نہیں کرسکتی۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر اقبال نے مسلمانوں اور خاص طور پر مشرق کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے اتنا کچھ کیا تو وہ اسلامی اصولوں سے ہٹ کر تھا اور اگر ایسا ہی تھا تو اقبال کو مسلمانوں کے لئے اتنی آہ وفریاد کرنے کی کیا ضرورت تھی مقصد تو مسلمانوں کی ترقی تھا تو اقبال مسلمانوں کو مغربی تہذیب کی چکا چوند سے بچانے کے بجائے سیدھا سیدھا اس تہذیب کی پیروی کا کہہ دیتے فکر اقبال کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اقبال دراصل یہ چاہتے تھے کہ آج مغربی تہذیب جن اصولوں کو اپنی ترقی کے ذریعے طے کر رہی ہے وہ اس نے اسلامی تہذیب سے حاصل کیے ہیں لیکن چونکہ ہم اپنی روحانی اقدار کو فراموش کر چکے ہیں اس لیے پستی کا شکار ہیں ہمیں اپنے اسلاف کے علوم اور اخلاقی اقدار کو دوبارہ حاصل کر کے مغربی تہذیب کی ترقی کا مقابلہ کرنا ہے لیکن اس تہذیب کی مادیت کا شکار نہیں ہونا یہ آسان سی بات وحید عشرت سمجھ نہیں پائے اور اسے ایک مغالطہ قرار دے کر اقبال کو ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں کہ اقبال کی سوچ اس کا مداوا نہیں کرسکتی حالانکہ مغالطہ محمد اقبال کو نہیں وحید عشرت کو ہی ہوا ہے۔

وحید عشرت اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ کہ اقبال کے فلسفیانہ نظام پر اعتراضات کرنے والوں نے پھسپھسے اعتراضات کیے ہیں ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں اصل

بات یہ ہے کہ اقبال کا فکر و فلسفہ ابھی نکھر کر سامنے آیا ہی نہیں اور نہ ہی اقبال کے فلسفیانہ افکار کی کسی نے نظام بندی کی ہے اقبال نے مشرق و مغرب کے تمام فلسفوں کا مطالعہ کیا ان سے استفادہ کیا مگر وہ مجموعی طور پر سب کے نقاد تھے اور کسی کے بھی کسی تصور میں مقلد نہ تھے انہوں نے مشرق و مغرب کے فلسفے کے مطالعے سے اپنا ایک فلسفہ حیات اور نظریہ کائنات تشکیل دیا اور اگر ان کے افکار کا ماآخذ و مصدر رہے تو وہ صرف قرآن ہے۔

اقبال ہمارے واحد عظیم فلسفی ہیں جو تخلیقی اور ارتباطی دونوں طرح سے اسلوب فلسفہ کے نمائندے ہیں لہذا انہیں بیسویں صدی کے بڑے فلسفیوں میں شمار کیا جاسکتا ہے وحید عشرت نے علی عباس جلالپوری اور ڈاکٹر عطاالرحیم دونوں کے اعتراضات کا بھرپور جواب دیا ہے کہ کوئی فلسفہ نیا یا طبع زاد نہیں ہوتا بلکہ پرانی چیزوں کو ہی نئے روپ میں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا جاتا ہے وحید عشرت کا یہ مضمون اقبال کے فلسفیانہ نظام کو سمجھنے کے لیے یقیناً ایک علمی حیثیت رکھتا ہے وحید عشرت کی اقبال سے بھرپور محبت کا اظہار بھی کرتا ہے کہ جہاں کہیں وہ اقبال سے متعلق کوئی غلط بات سنتے یا پڑھتے ہیں فوراً تڑپ اٹھتے ہیں اور اس کا بھرپورب دلائل کے ساتھ جواب بھی دیتے ہیں اور تصویر کا صحیح رخ دکھاتے ہیں لیکن اس سلسلے میں وہ ہمیشہ خود شروع سے ہی ایک مبہم رائے قائم کرتے چلے آرہے ہیں اور اس معاملے میں وہ ہمیشہ سے ایک کشمکش کا شکار نظر آتے ہیں کہ اگرچہ اقبال کے افکار کا ماخذ صرف اور صرف قرآن ہے لیکن قرآن کے نظام فلسفہ کی نظام بندی کی کوشش میں وہ کسی حد تک ناکام رہے۔

''اقبال فلسفیانہ تناظر میں'' بھی ڈاکٹر وحید اختر عشرت کی اہم کتاب ہے جو 2009 میں شائع ہوئی اس کتاب کو اقبال ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ اس کتاب کے ایک مقالے میں ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے ''اقبال اور مسئلہ بروزیت'' میں ابن عربی کے تصور نبوت و ولایت اور قادیانیوں کے موقف پر کڑی تنقید کی ہے۔ اسی کتاب کے

دیباچے میں ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں:

''ڈاکٹر وحید عشرت نے اپنے مقالے اقبال اور بروزیت میں اس اہم مسئلے کو حل کیا ہے، جو اقبال حل کرنا چاہتے تھے۔۔۔ڈاکٹر وحید عشرت نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے نظریات پر سخت علمی گرفت کرتے ہوئے بتایا کہ ابن عربی کا تسلسل نبوت کا اور اس کا اعیان ستہ کا فلسفہ ہی عجمی یونانی اور ہندی تصورات کا شاخسانہ ہے اسلام سے اسے کوئی نسبت نہیں''۔(9)

ڈاکٹر وحید اختر عشرت کہتے ہیں کہ علامہ محمد اقبال ابنِ عربی کی تعلیمات کو قرآن کے منافی قرار دیتے ہیں۔اقبال وحدت الوجود کے تصور کا مذہب سے تعلق بھی مسترد کر دیتے ہیں۔لہٰذا غلام احمد قادیانی کا نظریہ ''بروز'' حقیقت محمدیہ اور وحدت الوجود سے لیا گیا ہے۔اس کا ماخذ قرآن وحدیث نہیں بلکہ ابن عربی کے افکار ہیں۔

اس کتاب میں ڈاکٹر وحید عشرت نے تقریباً خطباتِ اقبال کو ہی موضوع بنایا ہے اور تحقیق وتنقید کے ساتھ اقبال کے مختلف تصورات کو پیش کیا ہے۔کہیں پر وہ اقبال سے اتفاق کرتے ہیں اور کہیں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں جو ایک صحت مندانہ رویہ ہے لیکن کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں ڈاکٹر وحید عشرت کی تنقید بے جا معلوم ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب جا بجا اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اقبال نے مذہب کو سائنس اور فلسفے کے مطابق ڈھالنا چاہا۔

''اقبال جس نے قرآن میں غوطہ زنی کی اور یہ کہا کہ اگر قرآن کے علاوہ اُنھوں نے اپنی تعلیمات کچھ پیش کیا تو انہیں حضورؐ کا بوسہ پا نصیب نہ ہو، وہ بھی خطبات میں اس واضح شعور سے محروم رہے اور اُنھوں نے قرآن کو اساس بنانے کے بجائے خود قرآن کی نفسیات، طبیعات اور دیگر علوم سے تصدیق چاہنے کا طریق منہاج اپنایا جو قطعی طور پر غیر قرآنی اور غیر اسلامی تھا اور صدیوں سے مسلمان

فلاسفہ،اہل علم اور محققین نے یہی اپنا رکھا ہے‘‘۔(10)

ایسا لگتا ہے کہ اس نکتے پر آ کر ڈاکٹر وحید عشرت علامہ محمد اقبال کے تصور کو واضح طور پر سمجھ نہیں پائے۔علامہ محمد اقبال نے خطبات میں قرآنی تعلیمات کو ہی اپنا رہنما بنایا ہے اور ہر اس نظریے کی مخالفت کی ہے جو قرآن کی بنیادی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جہاں تک مذہب اور فلسفے کی بحث کا تعلق ہے اقبال کے تصورات کے سلسلے میں مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ قرآن ہر دَور کے لیے زندہ و جاوید کتاب ہے اور آنے والے ہر دَور کے انسانوں کو ہدایت اور راہنمائی عطا کرتی ہے۔ ہر عہد کے اپنے تقاضے ہیں اور یہ تقاضے آنے والے دَور میں اپنے تجربات اور مشاہدات تبدیل کرتے رہتے ہیں۔قرآن انسانوں کو تسخیر کائنات کی دعوت دیتا لہٰذا سائنس اور فلسفہ ہر دور میں قرآن سے مدد لے سکتے ہیں۔علامہ محمد اقبال نے قرآنی تعلیمات سے ہٹ کر کچھ نہیں کیا اور مذہب کو انسانی زندگی میں ذاتی اور انفرادی حیثیت دینے کی بجائے خاص جگہ دی ہے اور یہی ان کی کامیابی ہے کہ دورِ جدید میں اُنہوں نے قرآنی تعلیمات کے مطابق مسلم نشاۃ ثانیہ کی اساسیات کی تدوین کا شعور پیدا کیا۔ قرآن اساسی طور پر فلسفے کی کتاب نہیں بلکہ عمل اور تحرک پر بنیاد کرنے والی کتاب ہے بطور علم فلسفے کی حدود اور قرآن کے زندہ اور عملی موضوعات میں زمین آسمان کا فرق ہے اور اس فرق کو فلسفے کی لفظیات میں نہیں سمجھا جا سکتا۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت علامہ محمد اقبال کے تصور تہذیب سے متعلق خیال رکھتے ہیں کہ علامہ اقبال حرکی تصور رکھتے تھے ان کے نزدیک کائنات کی اصل حرکت ہے علامہ اقبال کے نزدیک اسلام کی دعوت میں وہ عناصر موجود ہیں جو عقل استقرائی کے کارفرمائی سے ایک عظیم تہذیب برپا کر سکتے ہیں ڈاکٹر وحید اختر عشرت مزید کہتے ہیں کہ مغرب کے دانشوروں فلسفیوں اور عمرانی مدبروں نے مایوسی اور دہشت کے سوا کچھ نہیں دیا مغربی تہذیب اور اس کی فکر و دانش میں انسان کے لیے کوئی خوشخبری نہیں ہے لیکن اقبال کا پیغام نغمہ امید اور سراپا روشنی ہے علامہ محمد اقبال کلام اور فلسفے میں نوع

انسانی کے لیے امید، رجائیت عزم، حوصلہ اور ولولہ تازہ ہے جس سے دنیا کا کوئی بھی انسان حرات حاصل کر سکتا ہے۔

علم و فلسفہ کی دنیا میں برصغیر کی نمائندہ شخصیت علامہ محمد اقبال ہیں علامہ محمد اقبال کی اگر فکر کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھ کر ہمارے سامنے آتی ہے کہ علامہ اقبال نے نہ صرف غیر مسلم مفکرین اور فلاسفہ کی غیر اسلامی تعلیمات اور خیالات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے بلکہ انہوں نے مسلمان حکما صوفیا اور قائدین کے غیر اسلامی نظریات کی شدید مذمت کی ہے علامہ محمد اقبال کا کہنا ہے کہ فلسفہ انکشاف حقیقت کے لیے عقل و فکر کا محتاج ہے جبکہ مذہب عقل و خرد کا زناری ہونے کی بجائے ایمان و آگاہی کا چراغ ہاتھ میں لے کر منزل مقصود تک ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

فکر اقبال کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی بات سامنے آتی ہے کہ علامہ اقبال کسی طرح بھی فلسفہ کو دین پر ترجیح دینے کے حق میں نہیں تھے اگر ایسی بات ہوتی تو علامہ اقبال یونانی مفکرین کے بارے میں یہ رائے کبھی نہ دیتے کہ اگرچہ فلسفہ یونان نے مسلمان مفکرین کے نقطہ نظر میں وسعت پیدا کر دی تھی لیکن مجموعی طور پر اس نے قرآنی بصیرت کو دھندلا کر دیا تھا۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت کا اقبالیات کے حوالے سے ایک انتہائی اہم کام خطبات کا ترجمہ ''تجدید فکریات اسلام'' کے نام سے ہے۔ خطبات کے یہ تراجم پہلے اقبال اکادمی سے فرداً فرداً شمارہ ''اقبالیات'' میں شائع ہوتے رہے اور بعد ازاں کتابی شکل میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے اگرچہ ترجمے کے باب میں اپنا اہم کردار ادا کیا ہے لیکن یہ ترجمہ ترجمہ نگاری کے اصولوں پر صحیح معنوں پورا نہیں اُتر سکا یہ ترجمہ معمولی رد و بدل کے ساتھ سید نذیر نیازی کی ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کا چربہ معلوم ہوتا ہے۔ جس میں صرف الفاظ کی ترتیب کو آگے پیچھے کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر وحید عشرت نے نہ تو فلسفیانہ اصطلاحات کی تشریح و توضیح کی ہے اور نہ ہی حوالہ جات کا اہتمام کیا ہے نیز

وہی انگریزی نوٹس آخر میں کاپی کر دیئے ہیں جو پروفیسر محمد سعید شیخ نے اقبال کے خطبات کومرتب ومدون کرتے ہوئے لکھے ہیں۔

ڈاکٹر وحید اختر عشرت نے بہت سی کتب کو مرتب بھی کیا۔ ان میں اقبال: 84، اقبال: 85، اقبال: 86، اقبالیات کے سوسال، اقبال اور تصور خدا، اقبال کا تصور زمان ومکان اور تصور خیر وشر شامل ہیں۔ ان تمام کتب میں مختلف اخبارات، رسائل وجرائد میں چھپنے والے اہم مقالات کوشامل کیا گیا ہے۔ حوالہ جاتی کتب کے طور پر یہ تمام کتب بہترین معیار کی حامل ہیں مختصر یہ کہ فکرِ اقبال کا فروغ اور اقبالیات کا مطالعہ ڈاکٹر وحید عشرت کی زندگی کا مقصد تھا۔ آپ نے جتنی انتظامی اور علمی خدمات انجام دیں وہ سب اس امر کی شاہد ہیں کہ اُنھوں نے یقناً مستقبل کے محققین کے لیے راہیں متعین کر دی ہیں۔ اقبالیات کے شعبہ میں ان کے علمی سرمایہ کی بدولت ڈاکٹر وحید عشرت کوایک معتبر اقبال شناس کی حیثیت سے ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

حوالہ جات

1۔ آغا شیدا کاشمیری، آتش زیرپا، (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، طبع اول جولائی1993ء)، ص215

2۔ وحید اختر عشرت، ڈاکٹر، فکریاتِ اقبال، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2009ء)، ص44

3۔ وحیداختر عشرت، ڈاکٹر، فکریاتِ اقبال، ص118

4۔ غلام صابر، اقبال شاعر فردا، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان طبع سوم، 2006ء)، ص116

5۔ وحیداختر عشرت، ڈاکٹر، فکریاتِ اقبال، ص98

6۔ عبدالواحد معینی، مقالاتِ اقبال (مرتب)، ص169

7۔ وحیداختر عشرت، ڈاکٹر، فکریاتِ اقبال، ص196

8۔ رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر، اقبال اور نئی تعلیم، ماہنامہ، ضیائے حرم، اپریل

1986،ص80

9۔ وحید اختر عشرت، ڈاکٹر، اقبال فلسفیانہ تناظر میں، (لاہور: ادارہ مطبوعات سیلمانی طبع اول، مارچ2009ء)،ص8 تا9

10۔ وحید اختر عشرت،ڈاکٹر،اقبال فلسفیانہ تناظر میں،ص85

☆☆☆